☆۔دوسرا بنیادی تقاضا۔☆

تحریر نمبر۔۲(حصہ دوم)

دین کی دوسری بڑی بنیاد

(محمد الرسول اللہ)

ابوعبداللہ

(ہمارا عزم)

☆سچائی کی پیروی☆

(WWW.KHIDMAT-ISLAM.COM)

(Email:KHIDMAT777@GMAIL.COM)

بسم اللہ،الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

رسالت کی اہمیت

خالق نے دین وشریعت کے تفصیلی احکامات یعنی تعلیمات وحی کے ابلاغ کیلئے اپنے خاص نمائندے انبیاء علیہم السلام کو چُنا تاکہ تعلیمات وحی کا عملی نمونہ انسانوں کیلئے موجود ہوسکے۔لہٰذا اہم سے جو کام لیا جانا تھا اس کی تفاصیل اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر نازل فرمائیں اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، جیسا کہ فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔“

انبیاء علیہم السلام پر ایمان اور انہیں رہنما بنائے بغیر دین وشریعت پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔اسی لئے ہر نبی کی دعوت کا وہ کلمہ جو کفر سے ایمان میں داخلے کی بنیاد تھا اس کا پہلہ حصہ توحید (لا الٰہ الا اللہ) جبکہ دوسرا حصہ زمانے کے نبی کی نبوت ورسالت کے اقرار پر مبنی ہوتا تھا۔جیسے ہمارے لئے (محمد الرسول اللہ) ہے۔

رسالت وہ مینارہ نور ہے جو توحید اور آخرت سمیت پورے دین کیلئے خالص اور شفاف روشنی فراہم کرتا ہے۔یہی اسوہ کامل ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف حقیقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔’رسالت‘ کو کما حقہ سمجھے اور اسے تسلیم کئے بغیر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔گویا ’رسالت‘ کے ذریعے سے ہی صراطِ مستقیم کی تکمیل ہوتی ہے۔توحید کی طرح زبان سے رسالت کا اقرار بھی بہت آسان ہے، لیکن حقیقی معنوں میں اسے تسلیم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ابلیس نے الا ماشاء اللہ اکثریت کو رسالت کے غلط تصور پر ایسا اغوا کیا ہے کہ صحیح بات سننے کی طرف اکثریت آمادہ ہی نہیں ہو پاتی۔

نجات کیلئے ”رسالت“ کس قدر ضروری ہے، درج ذیل آیت کریمہ پر غور فرمائیں:

☆ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورہ آل عمران:32-31)

”(اَے نبی) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تو بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ فرما دیجیے اللہ ورسول کی اطاعت کرو اور اگر تم (اطاعت سے) منہ پھیر لو تو یقیناً اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔“

کیا ہم اپنے اپنے پسندیدہ فرقوں اور اکابرین کو خوشدلی سے اللہ ورسول ﷺ کے تابع کرنے پر آمادہ ہیں؟ معلوم ہوا کہ توحید سمیت دین کے دیگر عنوانات (عبادات، اخلاقیات و معاملات) کی صحیح تفہیم اور عمل کیلئے ”رسالت“ ناگزیر ہے۔

رسالت کے ضمن میں تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (رسالت کا حقیقی تصور)

رسالت کے تقاضے؟

اس ضمن میں وہ بات جسے جاننا ناگزیر ہے، وہ یہ ہے کہ رسالت کے تقاضے کیا ہیں؟ یعنی وہ کون سے تقاضے ہیں جو رسالت کے اقرار پر لاگو ہو جاتے ہیں ؟ جنہیں پورا کئے بغیر ہمارا رسالت پر ایمان قابل قبول نہیں ہو پاتا؟ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحیح تعلق کی درج ذیل چھ بنیادیں ہیں:

(1)۔ایمان لانا، (2)۔دل وجان سے محبت ہونا، (3)۔عزت وتوقیر، (4)۔اطاعت واتباع، (5)۔غلو (حد سے تجاوز) سے اجتناب، اور (6)۔درود وسلام۔

ان کی مختصر ضروری وضاحت پیش خدمت ہے، جبکہ تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(رسالت کا حقیقی تصور)

(1)۔ایمان لانا

اس بات کی گواہی دینا کہ: (اشهد انّ محمد اً عبده ورسو له)۔ ”یعنی محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔“

آپ ﷺ کو تا قیامت آخری نبی تسلیم کرنا، قرآن مجید کو آپ ﷺ پر نازل کردہ آخری کتاب تسلیم کرنا۔

ان باتوں کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔ ”اقرار باالسا ن و تصدیق باالقلب“۔

(2)۔دل و جان سے محبت

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت ایمان کی شرط ہے۔دل و جان سے آپ ﷺ کومحبوب رکھنا لوازمِ ایمان میں سے ہے۔ محبت کا تقاضا قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا۔

﴿ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ جِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ﴾(التوبہ:9:آیت24)

"(اگر دنیا) تمھیں اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ مالک نے بڑے واضح اور دوٹوک انداز میں یہ بات کھول کر بیان فرمادی ہے کہ اگر دنیا کی چیزوں سے محبت اللہ جل جلالہ،اس کے رسول ﷺ اور جہاد کرنے سے زیادہ ہے،تو پھر عذابِ الٰہی یا موت کا انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے۔

نبی اکرم ﷺ سے محبت کو یوں متعین کیا گیا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ﴾(الاحزاب:33:آیت:6)

"نبی کی ذات اہل ایمان کیلئے انکی اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز(مقدم) ہے اور پیغمبر کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔"

یعنی ایک حقیقی مومن اپنی جان سے بھی زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔آنحضور ﷺ سے محبت کس قدر ضروری ہے،ملاحظہ کیجئے:

☆ ((عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یو من احد کم حتی اکو ن احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))۔(بخاری،کتاب الایمان)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد،اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔"

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین اشیاء جن میں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا(۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ جسے ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔(۲) جس کسی سے محبت کرے صرف اللہ ہی کے لئے محبت کرے(۳) اور کفر کی طرف لوٹنا ایسا ہی برا جانے

جیسے دوزخ میں پڑنے کو برا جانتا ہو۔'' (بخاری، کتاب الایمان، مسلم)

آپ ﷺ سے محبت کا بنیادی تقاضا آپ ﷺ کی اطاعت واتباع پر ہے۔ اگر اطاعت واتباع کا حقیقی جذبہ موجود نہیں تو محبت محض ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی محبت جس میں آپ ﷺ کے نام پر قربان ہونے کے نعرے تو بلند کئے جائیں، آپ ﷺ کے نام پر آنسو بہائے جائیں، لیکن اپنے ذہن ومسلک کے خلاف نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے چشم پوشی، اعراض اور غلط تاویل وتحریف کر کے اپنے اپنے اکابرین کی اندھی وجامد تقلید پر قائم رہا جائے، بہت بڑا دھوکہ ہے!

(3)۔ عزت وتوقیر

اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے، وہ اپنے خاص بندوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔ جو اسکے خاص بندے ہیں ان کا رب کے ہاں بڑا مقام ہے، پروردگار ان کا اعزاز واکرام کرتا ہے، جیسا کہ فرمان ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾

(سورۃ المنافقون، آیت 8)

''اور عزت تو صرف اللہ کے لئے، اسکے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے، مگر منافقوں کو اسکا علم نہیں''

ہمارے پیارے رسول ﷺ کی توقیر وتعظیم کے خاص ضابطے رب نے مقرر فرمائے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، رحمۃ اللعٰلمین ہیں، اس کے خاص رسول ﷺ ہیں، جنھیں پروردگار نے انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ بات کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید سے رہنمائی لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں سے کس نوعیت کا ادب واحترام اور توقیر وتعظیم مطلوب ہے، صرف دو واقعات پیشِ خدمت ہیں:

(۱)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کو ''راعنا'' یعنی ہمارا لحاظ یا خیال کیجئے کے الفاظ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔ یہودی اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر ''راعینا'' (ہمارے چرواہے) کہنے لگے جس کی بنا پر پروردگار نے اِس لفظ کو ہی تبدیل کروا دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ۚ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (سورۃ البقرہ۔آیت:104)

''اے اہلِ ایمان! تم (نبی ﷺ) کو''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ''انظرنا'' کہواور بات توجہ سے سنواور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

یوں پروردگار نے بہتر لفظ **انظرنا** (ہماری طرف نظر فرمایئے) عطا کیا اور حکم دیا کہ بات توجہ سے سنو کہ اس بات کی نوبت ہی نہ آئے کہ تمہیں دوبارہ پوچھنا پڑے اور انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی۔

(۲)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں تشریف فرما تھے کہ کسی معاملہ میں آپس میں گفتگو کے دوران آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی، جس پر درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہوجائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات۔آیت:2)

بظاہر بات اتنی بڑی نہ تھی اسکے باوجود بھی اتنی سخت وعید نازل ہوئی۔ عام آدمی اگر ان چیزوں کا لحاظ نہ رکھے تو اس کے پلّے کیا رہ جائے گا؟۔ پس آپ ﷺ کی نافرمانی کرنا، حکم عدولی کرنا یا دینی رائے کو پس پشت ڈال دینا تو بڑی دور کی بات ہے، جس کے معصیت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ محض یہ سوئے ادب کہ آنحضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے میں بے احتیاطی پر اتنی سخت تنبیہ کردی گئی ہے کہ بے ادبی پر سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے، تمام نیکیاں برباد ہوجائیں اور انسان کو خبر تک نہ ہو۔

نوٹ: قرآن مجید میں بعض مقامات پر ضرورت وحکمت کے تحت لوگوں کو حد سے تجاوز اور شرک سمیت دیگر غلط نظریات سے بچانے کیلئے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بعض مقامات پر پروردگار نے سختی بھی کی گئی ہے۔ ان مقامات سے رہنمائی لیتے ہوئے بھی ہماری نیت درست ہونی چاہئے۔ ایسے مقامات سے درست نیت سے جو صحیح نتیجہ نکلتا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کسی غلط نیت سے تحقیر کے پہلو کی طرف جانے سے ہر ممکن گریز کرنا چاہئے۔ دوسری طرف یہ موقف کہ ایسی آیات کو

بطور رہنمائی دلیل ہی نہ بنانا، اس سے بھی بچا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا کتمانِ حق کی بنا پر خالق کی شدید گرفت اور لعنت کا باعث بنے گا۔ اور مزید یہ کہ اعتدال کی راہ سے ہٹ جائیں گے۔ لہٰذا حسنِ نیت کے ساتھ قرآن کی ساری تعلیمات سے مستفید ہوا جائے۔ مزید یہ کہ گاہے بگاہے ہر وقت اس قسم کی آیات کو موضوعِ سخن بھی نہیں بناتے رہنا چاہئے، مگر جب مذکورہ حوالے سے رہنمائی درکار ہو۔

(4)۔ اطاعت واتباع (سب سے اہم تقاضا)

رسالت کے تقاضوں میں سب سے بڑا تقاضا ''اطاعت واتباع'' کا ہے۔ رسالت کے دیگر تمام تقاضوں: ایمان، محبت، عزت وتوقیر، درودوسلام، غلو سے اجتناب کی بنیادی غایت یہی ہے کہ آپ ﷺ کی حقیقی معنوں میں ''اطاعت واتباع'' اختیار کی جائے۔ تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب رکھنے کا حکم اسی بنیادی تقاضے کی بنا پر ہے کہ اپنے من پسند ذہن ومسلک اپنی خواہش نفس، گروہ، فرقے، شخصیات، امام، پیر حضرات سب کو آپ ﷺ کے تابع کر دیا جائے جو کہ نہیں ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ اگر اطاعت واتباع کا حقیقی جذبہ موجود نہیں تو پھر سب دھوکہ ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع یعنی آپ ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾

(سورہ آل عمران۔ آیت: 31)

''(اے نبی لوگوں کو) بتلا دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے زبانی دعویٰ محبت کو آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ یعنی اگر محبت ہے تو اسکی تصدیق اتباع سے ہوگی، اگر اتباع نہیں تو محبت بھی نہیں۔ اس سے اگلی آیت میں بات کو مزید واضح کیا گیا چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾

(سورہ آل عمران۔ آیت: 32)

''اے نبی انکوفرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا''

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی مسلمانوں کی صفت نہیں بلکہ کفار کی صفت ہے۔آپ ﷺ کی اطاعت سے روگردانی سے تو ایمان جانے کا خطرہ ہے، کہاں عشق رسول ﷺ کے بلند و بانگ دعوے لیکن ہمارے ذہن و مسلک کے خلاف فرامین رسول ﷺ سے روگردانی۔؟ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور ہماری حفاظت فرمائے۔

اس ضمن میں مزید تنبیہ یوں فرمائی گئی:

☆ ﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَاشَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo﴾ (سورۃ النساء۔آیت:65)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ ﷺ کے فیصلوں پر دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے سر بسر تسلیم کریں۔''

غور کیا جائے تو یہ ایک آیت کریمہ ہی حقیقت پر آنے کیلئے کافی ہے۔یہاں اللہ نے قسم کھا کر اس حقیقت کو پرزور طریقے سے واضح کردیا ہے کہ اس وقت تک کوئی صاحب ایمان ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی (ﷺ) کو فیصلہ کن تسلیم نہ کرلے، بلکہ جو فیصلہ جو حکم نبی کریم ﷺ کی طرف سے آجائے اسے ماننے میں حیل و حجت، قیل و قال اور تنگی محسوس نہ کرے۔کہاں یہ تقاضا اور کہاں ہماری اندھی و جامد تقلید اور آباپرستی کی صورت حال۔!

ان ضروری دلائل سے آگاہی کے بعد اب ہم رسولوں (علیہم السلام) کی اطاعت و اتباع کے مد مقابل بیان کردہ اصطلاحات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

رسالت کے مدّ مقابل اصطلاحات

چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں، دن کا تصور، رات کے ساتھ، روشنی کا اندھیرے کے ساتھ۔خوشی کا غمی کے ساتھ.....اسی طرح رسالت (اطاعت و اتباع) کی ضد سے آگاہی رسالت پر گامزن ہونے میں معاون ہوسکتی ہے۔قرآن حکیم نے اس ضمن میں مختلف اصطلاحات استعمال کی

ہیں۔ایک جگہ رسالت کے مقابلے میں یعنی اسکی ضد کیلئے ''آبا پرستی'' کی اصطلاح استعمال کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾

(سورۃ المائدہ:104:5)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اسکی طرف جو نازل کیا اللہ نے اپنے رسول کی طرف۔تو کہتے ہیں کافی ہے ہمیں پایا ہے جس ڈگر پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو۔کیا بھلا انکے آباؤ اجداد کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں تب بھی۔؟''

یعنی بصیرت اور دلیل کی بنا پر آبا کی مشروط پیروی تو درست ہے ،لیکن انکی دین میں اندھا دھند غیر مشروط پیروی انبیاء علیہم السلام کی ناقدری ہے،جس پر الا ماشاء اللہ اکثریت کاربند ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بھی شرک اور گمراہی کے مقابلے میں یہی تعلیم دی کہ:

''(واترکو مایقول آباؤکم) ۔۔جو تمھارے باپ دادا کہتے اور کرتے رہے ہیں اسے چھوڑ دو۔'' (بخاری:7،مسلم:1773)

مزید یہ کہ:

☆ سورہ :(احزاب:66) میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں سردار، لیڈرز، بزرگ حضرات کا ذکر کیا گیا۔

☆ سورہ(فرقان:27-30)میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں دوست احباب کا ذکر آیا۔

☆ سورہ(توبہ:31) میں رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کے مقابلے میں مذہبی پیشوا: علماء و مشائخ،امام حضرات کا۔

گویا رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کی ضد کی جامع اصطلاح ''شخصیت پرستی'' ہے جو درج ذیل چیزوں کو محیط ہے:

(ا)۔لیڈرز،سردار،باس،اہل حکام،دوست احباب

(۲)۔مذہبی پیشوا: علماء ومشائخ،امام،پیرحضرات

(۳)۔والدین،کنبہ قبیلہ

(۴)۔پیدائشی مسلک،گروہ،فرقہ،جماعتیں

(۵)۔اپنی خواہش نفس کی اندھادھند پیروی

دینی رہنماؤں سے دشمنی نہیں بلکہ ان کی قدر کرنی ہے،ان کا ادب ہے، احترام ہے، محبت ہے.......... لیکن ان کی غیرمشروط اندھادھند پیروی رسالت کی ضد ہوگی جس سے بچنا ہے۔اسی طرح سنت کی ضد ''بدعت'' ہے،جس سے نبی کریم ﷺ نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔یادرکھیں!جب تک بدعات سے نفرت اور سنت سے محبت نہیں ہوجاتی حقیقی طور پر اطاعت کے ضمن میں سرخروئی نہیں ہوسکتی۔اس ضمن میں تطبیق اور اعتدال پر مبنی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:(رسالت کا حقیقی تصور،باب:۶)۔

پس ہر ہر بات میں،رسول ﷺ کی تعلیمات (یعنی قرآن وسنت) کو مشعل راہ بنانا ہدایت ونجات کی راہ جبکہ رسولوں (علیہم السلام) کی تعلیمات سے بے نیاز ہوکر دین میں دیگر لوگوں کی اندھا دھند (بغیر دلیل اور بغیر سوچے سمجھے) پیروی خسارے کی راہ ہے۔کیونکہ حقیقت میں یہ طرزِعمل انبیاء علیہم السلام کی ناقدری ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کا معیار آپ ﷺ کی اطاعت واتباع ہے۔حقیقی ایمان والے وہی ہیں جو تمام عقائد وافعال خواہ ہمارے ذہن ومسلک کے موافق ہوں یا ناموافق،ان سب کو بخوشی آپ ﷺ کی تعلیمات کے سامنے پیش کرکے،اصلاح کیلئے ہر لمحہ آمادہ رہتے ہیں۔جب آپ ﷺ کی بات آجائے تو بلاچون وچراں فوراً قبول کرلیتے ہیں۔اسکے برعکس دعویٰ محبت محض ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

(5)۔غلو(حد سے تجاوز) سے اجتناب

شراکت میں مبتلا کرنے کیلئے ابلیس غلو کے ضمن میں دو بنیادی ہتھیار استعمال کرتا ہے یعنی: خالق کو نیچے گرا کر مخلوق کی صف میں کھڑا کرنا یا مخلوق کو اٹھا کر خالق کے مقام پر فائز کرنا۔دوسرے ہدف یعنی مخلوق کو اٹھا کر خالق کے مقام پر فائز کرنے کیلئے اسے بطور ڈھال مخلوق میں سے بلند مرتبہ لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسے: انبیاء علیہم السلام، انکے اصحاب، مذہبی پیشوا،اکابرین،اولیاء و بزرگان

دین۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اسلئے ابلیس کا ہدف انہیں کے ذریعے با آسانی پورا ہوتا ہے جس پر قرآن گواہ ہے۔ سابقہ اُمتوں کی اکثریت کو بھی انہیں طریقوں سے ہلاک وبرباد کیا۔ انبیاء ورسل علیہم السلام کی شان وعظمت میں حد سے تجاوز کراتے ہوئے رفتہ رفتہ اُنھیں الوہیت کے درجے پر فائز کرا کے لوگوں کو ابدی لعنتوں کا مستحق ٹھرایا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس ہلاکت سے بچنے کی نہایت پُرزور الفاظ میں یوں تلقین فرمائی:

﴿ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ‌ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ النساء، آیت: 171)

''اے اہلِ کتاب (یہودی اور عیسائی)! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ کہو اللہ کے متعلق مگر حق بات ہی بے شک مسیح ابن مریم (تمہارے معبود نہیں بلکہ وہ تو) اللہ کے رسول تھے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ غَيۡرَ الۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَهۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ﴾

(سورۃ المائدہ، آیت: 77)

''(اے نبی!) فرمادیجئے: اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہیں۔''

چونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ سب سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں، اسلئے آپ ﷺ کی بابت لوگوں کو غلو میں مبتلا کرنا ابلیس کیلئے زیادہ آسان ہے۔ آنحضور ﷺ اپنی اُمت کے بارے میں اس خطرے کو کس شدت سے محسوس کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو ابلیس سے بچنے کی حکماً کس طرح تلقین فرمائی صرف دو فرامین ملاحظہ کریں:

☆ ''تم میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا، میں اللہ جل جلالہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ جل جلالہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔'' (صحیح بخاری ''کتاب الانبیاء '' حدیث نمبر 3445)

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے اور اے ہم میں سب سے بہتر و افضل اور سب سے بہتر کے فرزند!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! تم اس قسم کی بات کہہ سکتے ہو مگر کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے، میں عبداللہ کا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور اللہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھا دو جس پر اللہ نے مجھے فائز کیا ہے''۔ (مسند احمد: 241/3)

بچت کی واحد صورت یہی ہے کہ قرآن و سنت کو رہنما بنایا جائے۔ جو چیزیں شان و عظمت کے اعتبار سے دلیل سے ثابت ہیں نہ اُن میں ذرہ بھر کمی کی جائے اور نہ اُن میں اپنی مرضی سے اضافہ کیا جائے کیونکہ ابلیس بڑا مکار دشمن ہے۔ اللہ ہماری صحیح سمت میں رہنمائی فرمائے۔ (آمین)

(6)۔ درود وسلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خاطر جو تکالیف اٹھائیں، قربانیاں کیں، ان کو یاد رکھتے ہوئے، محبت کے ساتھ شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا باعث ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت۔56)

''بے شک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے اہل ایمان تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو''

سبحان اللہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت وعظمت کا اظہار ہے کہ خود خالق کائنات اور اسکے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی صورت میں رحمتیں نچھاور کرتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی اسکا حکم دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

درود وسلام بھیجنا کس قدر ضروری ہے چند احادیث کا مفہوم ملاحظ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا:

i)۔ ’’اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے‘‘

(ترمذی، کتاب الدعوات)

ii)۔ ’’جس نے مجھ پر درود پڑھنا بھلا یا دیا اُس نے جنت کا راستہ بھلا دیا‘‘۔

(ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ)

iii)۔ ’’جو شخص ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے 10 نیکیاں عطا فرمائے گا، 10 گناہ معاف فرمائے گا، 10 درجات بلند کرے گا اور اُس پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا‘‘ (سبحان اللہ)

(سنن نسائی حدیث نمبر 1283

معلوم ہوا جب بھی آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا از حد ضروری ہے۔ باقی اوقات میں جتنا بھی کوئی پڑھ سکے اسکے لئے اتنا ہی فائدہ مند ہے۔

پس محبت سے نبی کریم ﷺ کو درود وسلام کے ذریعے یاد رکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق تروتازہ رکھنا بھی اہل ایمان پر آپ ﷺ کا حق ہے۔

لیکن مذکورہ حقیقی بنیادوں کی بجائے کلی معیار صرف نعت کو بنا لیا گیا ہے۔ ہماری نظر میں جو نعت پڑھے وہ عاشق رسول ﷺ اور جو نہ پڑھے وہ گستاخ۔ اور نعت میں بھی خالق ومخلوق کے فرق کی حدیں ختم کر دی گئی ہیں۔ قانون وقاعدے کے تحت نعت کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف مستحسن ہے لیکن معیار اور پیمانہ درج بالا بیان کردہ بنیادیں ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نعت درحقیقت کفار کی جانب سے آپ ﷺ پر کیے گئے اعتراضات اور عیوب کا اشعار کی صورت میں جواب تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سچی رہنمائی (Pure Guidance)

پمفلٹ (Pamphlets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم تحاریر کی بجائے پمفلٹ کی شکل میں زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر

1	ہماری حقیقت (نفس اور روح)	2	دین کی اصل (حصہ اول، دوم)
3	ایمان کی مختلف حالتیں	4	ہدایت پر ضروری معلومات
5	اصل اور جواز	6	تطبیق: ہدایت کیلئے ناگزیر
7	قرآن سے رہنمائی پر ایک بڑی غلط فہمی	8	قرآن فہمی کی اہمیت
9	جزوی اسلام کا نتیجہ	10	توبہ اور بخشش کا قرآنی ضابطہ
11	قتل ناحق (ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ)	12	قلب کی حالتیں
13	اخروی زندگی کی جھلک	14	ابدی زندگی کی حسرتیں
15	فریضہ دعوت و اصلاح	16	جہاد (زیرِ تحریر)
17	انفاق فی سبیل اللہ	18	زندگی کیا ہے؟
19	موت کو دریافت کرنا	20	تزکیہ و تقویٰ
21	سکون کے ذرائع	22	نظروں سے اوجھل بے عدلی کی شکلیں
23	خضاب کی شرعی حیثیت	24	اختلاط: نوجوان نسل کیلئے بڑی آزمائش
25	ابلیس انتہائی مکار دشمن	26	صحبت و ماحول کا جادو
27	غایتِ صلوٰۃ (نماز کا مقصد)	28	تقویٰ کے مقابلے میں مال و اسباب کا دھوکہ
29	کامیاب خوددار دنیاوی زندگی کا راستہ	30	شکرانِ نعمت

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

نوٹ: دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔ لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔ اسلئے جو بھی کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہوئی ہوگی۔ لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔